جیسے شراب وغیرہ) محصول لگانا۔ یا مکانون یا اور استعمالی چیزون (گہی گہوڑے) یا اشخاص پر ٹکس لگانا یا زرعی زمین پر خراج مقرر کرنا شرع انکو باطل نہین کرتی اور ان کامون مین اگر اہل اسلام حکام کی ملازمت اختیار کرین یا بلا معاوضہ ان کامون کی کمیٹیون کے ممبر ہوجاوین تو ان کو اسمین گناہ نہین ہے۔

یہہ بات ہم نے اسلئے جتادی ہے کہ آجکل لوکل سلف گورمنٹ یعنی مقامی خود حکومتی وخود مختاری کی کمیٹیون کی تجویز ہو رہی ہے اون کمیٹیون مین شامل ہونے سے ہمارے بعضے ناواقف بہائیون کو معصیت کا خوف ہے۔

وہ صاحب اس فتوی کو غور سے پڑہین اگر اوسمین وہ اپنے خیال کی غلطی سے اطلاع پاوین تو اُن توہمات وتشکیکات سے باز آوین۔ اور مسلمانون کو ان کمیٹیون کا ممبر بننے سے نہ روکین انکی اس حالت ذلت پر ترحم فرماوین۔ اور اگر اسمین کچہہ عذر رکہتے ہین تو اس سے ہمکو خاص طور پر اطلاع دین۔

اور نوکریون کے باب مین ہم ایک جداگانہ فتوی تحریر مین لاتے ہین۔

سوال

مسلمانون کو کفار کی نوکری جائز ہے یا ناجائز اور مسلمان اور کافر کی نوکری مین کچہہ فرق ہے؟

جواب

جو کام مسلمانون کو بجائے خود کرنا جائز ہے اوسمین اوسکو نوکری (مسلمان کی ہو یا اَور مذاہب والون کی) بہی درست ہے اور جو کام بجائے خود کرنا ناروا ہے اسمین کسکی (مسلمان ہو یا غیر) نوکری بہی جائز نہین۔ اسمین کفر واسلام کو کچہہ دخل نہین اور مسلمان اور غیر مسلمان مین کچہہ فرق نہین۔ جواز وعدم جواز کا مدار ومناط اصل کام کا جائز یا ناجائز ہوتا ہے۔

۱؎ کافر ایسا وسیع لفظ ہے کہ ہر فرقہ اپنے مخالف کو کافر کہہ سکتا ہے بلکہ معنی لغوی کے لحاظ سے تو ہر فرقہ اپنے آپ کو دوسرے کی مذہب سے کافر یعنی منکر کہتا ہے اسی محاورہ سے انبیا نے دین مشرکین سے انکار کرکے اپنے کو کفر کہا ہے۔ دیکہو اشاعۃ السنہ نمبر ۱ جلد ۳ صفحہ ۱۹ پس اس لفظ کو

پھر جس کام کو ناجایز قرار دین اسکا بالیقین ناجایز ہونا ضروری ہے عدم جواز کا محض احتمال ہونا کافی نہین لہذا جو کام جواز و عدم جواز دونون کا احتمال رکہتا ہے اور مسلمان کو اسکے عدم جواز کا علم نہین ہے وہ کام اوسکو بجائے خود یا کسیکی نوکری سے کرنا ناجایز نہ ہوگا۔

اسکی مثال تلوار بنانا ہے جو ایک گناہ بہی ہوسکتا ہے جبکہ اس تلوار کو بے محل استعمال کرنے اور اوسکے ساتہہ کسی بیگناہ کا سر کاٹنے کے لئے بنایا جاوے اور وہ باعث و موجب ثواب بہی ہوسکتا ہے جبکہ وہ ظالم انسان یا موذی حیوان کے سر کاٹنے کو بنائی جاوے۔ یہہ کام مسلمان کو اپنے لئے بہی جایز ہے اور دوسرےکا نوکر ہوکر بہی درست ہے بشرطیکہ اوسکو اس بات کا یقین نہ ہو کہ جو شخص (مسلمان یا کافر) جسکے تلوار بنائیگا وہ اسکو بے محل استعمال مین لاویگا۔ گو پیچہے کر وہ بیمحل ہی استعمال مین لائی جاوے۔

ایسی ہی اور بہت سی مثالین ہین جیسے اناج بونا یا درخت لگانا یا غلہ فروخت کرنا یہ کام گناہ بہی ہوسکتے ہین جبکہ زمین کی پیداوار یا درخت کے پہل یا غلہ کی قیمت کو بیمحل صرف کیا جاوے اور اسی نیت سے اون چیزون کو پیدا کرنیکے لئے وہ کام کئے جاوین اور یہہ کام طاعت و موجب ثواب بہی ہوسکتے ہین جبکہ ان سے کار خیر کا ارادہ کیا جاوے لہذا یہہ کام مسلمانون کو اپنے لئے بہی کرنے جایز ہین اور انمین دوسرون (مسلمان ہون یا کافر) کی نوکری بہی درست ہے جس حالین کہ اون کو یہہ علم نہ ہو کہ جو شخص ان سے یہہ کام کراتا ہے وہ ان کامون سے گناہ کرنیکا ارادہ رکہتا ہے۔

ان مثالون سے جس صورت کو ہمنے ناجایز کہا ہے وہ بعینہ قرآن و حدیث مین وارد ہے اور سلف و خلف علماے اسلام کے اقوال و افعال اسکے جواز پر شاہد ہین۔

قرآن مین ارشاد ہے کہ یوسف علیہ السلام نے (مصر کے) بادشاہ (ریان بن الولید) سے کہا کہ تو مجہے اس سرزمین کے خزانون (غلات و اموال | قال اجعلني على خزائن الارض (سورہ یوسف)

وغیرہ) پر مختار کر دے۔

عامہ مفسرین نے لکہا ہے کہ ریان بن الولید (اسوقت کا) بادشاہ مصر کافر نہا پیچہے کو یوسفؑ پر ایمان لایا۔ اور عام مصریونکا اسوقت بت پرست ہونا اور حضرت یوسف کا قیدیون کو یہہ کہنا کہ مین اوس قوم کے ملت پر نہین ہون جو خدا پر اور پچہلے دن پر ایمان نہین رکہتے اور خدا تعالیٰ کا حضرت یوسفؑ کی شریعت یعقوبی مین سزای چوری کو بادشاہ کے دین سے مخالف کہنا عام مفسرین کے بیان کی تصدیق کرتا ہے۔

اسی سے مفسرین نے مسلمان کے لئے کافر کی ایسی نوکری کا (جسمین حق کی قائمی ہو) جواز نکالا ہے۔ امام رازی نے تفسیر کبیر مین کہا ہے:

یہان کوئی سوال کر سکتا ہی کہ حضرت یوسفؑ نے خزائن کی امارت کیون چاہی آنحضرت نے تو امارت طلب کرنیسے منع کیا ہے۔ وہ امارت بہی کافر بادشاہ سے چاہئے۔ اسی قسم کے سات سوال ہین انکا جواب یہہ ہی کہ لوگون کے کامون مین تصرف ان پر واجب تہا یعنی یہہ کام انکا اپنا فرض تہا۔ پہر اسکو جس طرح سے چاہا حاصل کیا پہر اسکے وجوب اور ادا کا صحیح ہونا تین دلائل سے ثابت کیا ہی اور یہہ وہی بات ہوئی جو ہمنے کہا ہے کہ نوکری مین کفر و اسلام کا کچہہ دخل نہین ہے۔ اسمین اصل فعل کو دیکہنا چاہئے جیسا اصل فعل ہوگا ویسا ہی حکم ہوگا (یعنی جواز یا عدم جواز جیسی صورت ہو)۔

لقائل ان یقول لم طلب یوسف الامارة والنبی صلعم قال لعبد الرحمن بن سمرة لا تسأل الامارة وایضاً فکیف طلب الامارة من سلطان کافر (الی ان ذکر اسئلة اخری ثم قال) فهذه اسئلة سبعة لابد من جوابها فنقول الاصل فی جواب هذه المسائل ان التصرف فی امور الخلق کان واجباً علیه فجاز ان یتوصل الیه بای طریق کان (الی ان اثبت الوجوبة بدلائل ثلثة۔ (تفسیر کبیر صـ جلد ۵)

تفسیر فتح البیان (جو تفسیر فتح القدیر امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کا خلاصہ ہے) مین فرمایا ہی

طلب یوسفؑ منه ذالک لیتوصل

کہ یوسفؑ نے مصر کے خزائن (طعام و اموال) کی

الی نشر العدل ودفع الظلم ویتوسل به الی دعاء اهل مصر الی الایمان بالله تعالیٰ وترك عبادة الاوثان وفیه دلیل علیٰ انه یجوز لمن وثق من نفسه اذا دخل فی امر من امور السلطان ان یرفع منار الحق ویهدم ما امکن من الباطل ان یطلب ذلك لنفسه .... ولکنه یعارض هذا الجواز ما ورد عن النبی صلی الله علیه وسلم من النهی عن طلب الولایة والمنع من تولیة من طلبها او حرص علیها وکان یوسف طلبه ابتغاءً لوجه الله لا لحب الملك والدنیا ۔ وبهذا یجمع بینهما الیٰ ان قال وقد استدل بهذه الآیة علیٰ انه یجوز تولی الاعمال من جهة السلطان الجائر بل الکافر لمن وثق من نفسه بالقیام بالحق وقد قدمنا الکلام مستوفی علیٰ هذا فی قوله سبحانه ولا ترکنوا الی الذین ظلموا وقال مجاهد ولم یزل یوسف یدعو الملك الی الاسلام ویتلطف به حتی اسلم الملك

سرداری اسلئے چاہی کہ وہ اسکے سبب سے عدل پھیلاوین اور ظلم اوٹھادین اور اسکے ذریعہ سے مصریون کو ایمان کیطرف بلادین اور ان سے بتون کی عبادت چھوڑادین ۔ اسمین اس مسئلہ کی دلیل ہے کہ جو کوئی اپنے نفس پر اعتماد رکہے کہ امور سلطنت مین دخیل ہوگا تو حق کو عزت دیگا اور باطل کو جہانتک ہوسکا مٹادیگا تو اوسکو ان امور کا طلب کرنا جایز ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے امارت طلب کرنیکی ممانعت آئی ہے وہ اسکے مخالف ہے ولیکن اسمین اسمین یون تطبیق ہوسکتی ہے کہ یوسف علیہ السلام نے ذاتی غرض کے لئے امارت نہین چاہی“ ۔ پہر فرمایا ”علماء نے اس سے استدلال کیا ہے کہ ظالم بلکہ کافر بادشاہ کی نوکری جایز ہے اوس شخص کے لئے جو اپنے نفس پر قایم رہنے کا اعتماد رکہتا ہو ۔ اس بات مین پوری بحث ہم آیہ ولا ترکنوا الخ کے ذیل مین کرچکے ہین ۔ مجاہد تابعی نے کہا ہے کہ یوسفؑ بادشاہ کو اپنے دین کیطرف بلاتے رہے یہانتک کہ وہ مسلمان ہوگیا اور بہتیرے اور بہی ۔

(فتح البیان …)

وقیل انها عامة فی الظلمة من غیر فرق | اور جو اسمین بذیل آیہ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا کہا ہے اسکا حاصل بہی ہے کہ اس آیت مین عام ظالمون (کافر ہون خواہ مسلم

بين كافر ومسلم وهذا هو الظاهر
من الآية فانقلت قد وردت الأدلة الصحيحة
بوجوب طاعة الائمة والسلاطين
والامراء وظاهر ذلك انهم وان بلغوا
في الظلم الى اعلى مراتبه وفعلوا اعظم
انواعه مما لم يخرجوا به الى الكفر البواح
فان طاعتهم واجبة فان اعتبرنا
مطلق الميل والسكون فمجرد هذه
الطاعة المأمور بها مع ما تستلزمه
من المخالطة هي ميل وسكون وان
اعتبرنا الميل والسكون ظاهرا وباطنا
فلا يتناول النهي في هذه الآية من مال
اليهم في الظاهر لامر يقتضي ذلك شرعا كالطاعة
او للتقية ومخافة الضرر او لجلب مصلحة عامة
او خاصة او دفع مفسدة عامة او خاصة قلت الطاعة المأمور بها
على عمومها بجميع اقسامها حيث لم تكن في معصية الله
فهي على فرض صدق مسمى الركون عليها مخصصة
لعموم النهي عنه بادلتها التي قدمنا الاشارة
اليها ولا شك في هذا ولا ريب فكل من امروه ابتداء
ان يدخل في شيء من الاعمال التي امرها اليهم مما لم يكن
من معصية الله كالمناصب الدينية ونحوها اذا وثق

[illegible]

کی اطاعت ومیلان کا حکم بیان ہوا ہے اور
یہی اس آیت کے ظاہری معنے ہیں لیکن اگر
ہر قسم کی اطاعت ظالموں کو اس میلان
ممنوع میں داخل سمجھا جاوے تو اس سے ان
احادیث کا خلاف ہوتا ہے جنمیں فاسق اور
ظالم مسلمان بادشاہوں کی اطاعت کا حکم
آچکا ہے لہذا ضرور ہوا کہ اسمیں وہ اطاعت
داخل نہ کیجاوے جس میں معصیت متصور
نہ ہو پس جسکو وہ ظالم ایسے امور میں مامور
کریں جو گناہ نہ ہو بلکہ اس میں ادائے
واجب متصور ہو تو ان کاموں میں ان کی
اطاعت واجب ہے نہ صرف جائز۔
رہا اُن ظالموں سے میل جول سو اگر کسی
خاص یا عام مصلحت کے لئے ہو تو بشرطیکہ
اُن کے ظلم پر دل سے خوشی نہ ہو بلکہ کراہت
جائز ہے۔
اسمیں یہی ہمارے اس بیان کی تصدیق
ہے کہ نوکر کیے کام کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ کیسا ہے
(طاعت ہے یا معصیت) اس شخص پر جسکی
نوکری کیجاوے نظر وخیال ضروری
نہیں ہے۔

دوسری دلیل — صحیح بخاری مین ایک باب مقرر کیا ہے جسکا عنوان یہہ ہے

باب هل يؤاجر الرجل نفسه من مشرك في ارض الحرب ـ

کہ کیا مشرک کی نوکری یا مزدوری اوسکی زمین یا ملک مین جایز ہے ـ

حدثنا عمر بن حفص ثنا ابي ثنا الاعمش عن مسلم عن مسروق قال ثنا خباب قال كنت رجلا قينا فعملت للعاص بن وائل فاجتمع لي عنده فاتيته اتقاضاه فقال لا والله لا اقضيك حتى تكفر بمحمد فقلت اما والله حتى تموت ثم تبعث فلا ـ قال واني لميت ثم مبعوث قال نعم قال فانه سيكون لي ثم مال وولد فاقضيك فانزل الله افرايت الذي كفر باٰياتنا وقال لاوتين مالا وولدا ـ

(صحیح بخاری جلد ۳ ذکر السیف ص ۶۹۱)

پہر اسکے جواب اور ثبوت مین خباب رضی اللہ تعالےٰ صحابی سے یہہ حدیث نقل کے ہے کہ اونہون نے کہا کہ مین لوہار کا کام کیا کرتا تہا ـ پس مینے عاصی بن وایل (رئیس مشرکین مکہ) کے لئے تلوار بنا دی ـ جب میرا حق اوس کے پاس جمع ہوا تہا تو مین اسکے تقاضے کے لئے اوس کے پاس گیا اوس نے کہا کہ جبتک تو محمد رسول اللہ سے منکر نہ ہوجائیگا تیرا حق نہ دون گا ـ مینے جواب دیا بخدا مین اسوقت تک کہ تو مرے اور پہر اوٹہے اون سے منکر نہ ہون گا ـ وہ بولا مین مرون گا تو پہر کیا اوٹہایا جاؤن گا؟ خباب نے کہا ہان تو اوٹہایا جاویگا ـ وہ بولا وہان میرا مال بہی تو میرے پاس ہی ہوگا مین وہین تب ترا حق ادا کر دونگا ـ تسپر خدا نے یہہ قول نازل فرمایا ـ تو نے اسکو بہی دیکہا جو ہماری آیتون سے منکر ہوا اور بولا (قیامت کے دن) مین مال و اولاد دیا جاؤنگا ـ

اِس حدیث کی شرح مین عسقلانی اور قسطلانی نے شروح بخاری مین کہا ہے اِس حدیث

ووجه الدلالة ان العاصي كان مشركا وكان خباب اذ ذاك مسلما

سے ملازمت (یا اجرت) مشرکین اِس جہسی جایز معلوم ہوتی ہے کہ عاصی مشرک تہا اور خباب اسوقت

ومكة حينئذٍ دار حرب واطلع عليه النبيّ صلى الله عليه وسلم واقره۔ (قسطلانی صفحہ ۱۵۳ وشلہ فی الفتح)	مسلمان تہا اور مکہ اسوقت دار الحرب تہا اور اس فعل خباب پر آنحضرت (مین کہتا ہون خود خدا تعالی) مطلع ہوے اور اوس کو مسلّم

وبرقرار رکہا۔

اسی کلام کے **متصل** ان کتابون مین یہہ بہی کہاہے مگر اسمین احتمال ہے کہ؛ یہہ جواز ملازمت (یا اُجرت) حالت ضرورت مین ہو یا یہہ مشرکین سے لڑنے کی

ولكن يحتمل ان يكون الجواز مقيدا بالضرورة وقبل الاذن بقتال المشركين والامر بعدم اذلال المؤمن نفسه۔	اجازت سے اور مومن کو ذلیل نہ ہونے کے حکم سے پہلے ہو یعنے پیچہے کہ یہ حکم جواز منسوخ ہوگیا ہو۔

ولیکن ہم ان ہی کتابون کے دس بیس ورق آگے پیچہے سے اُلٹکر دیکہتے

النسخ لا يثبت بالاحتمال۔ (قسطلانی جلد ۲ صفحہ ۲۴۵ وصفحہ ۳۳۲ وغیرہ)	ہین تو اسمین صاف لکہا ہوا پاتے ہین کہ؛ صرف احتمال سے نسخ ثابت نہین ہوتا

ومعہذا یہہ احتمالات بھی ضعیف وبلا وجہ ہین۔

حالت ضرورت سے مقید ہونے کا احتمال تب باوجہ ہوتا ہے جبکہ ممانعت ملازمت یا اجرت کفار کسی دلیل سے ثابت ہوتی اور جس حالت مین اس ممانعت پر کوئی دلیل قائم نہین ہوئی اور نہ کسینے پیش کی ہے تو جواز کو حالت ضرورت پر محمول کرنیکا احتمال کیا معنی رکہتا ہے ؟

لڑائی کے حکم سے جواز کے اوٹہہ جانیکا احتمال بہی بلا وجہ ہے۔ کفار سے لڑائی کرنیکا حکم ایسا عام نہین ہے کہ اس سے عام کافرون کی ملازمت یا اجرت کی ممانعت ثابت ہو جن کفار سے باتفاق مسلمانان روئی زمین لڑائی کرنیکا ابتک حکم نہین (جیسی عورتین یا بڈہے لوگ یا راہب گوشہ نشین جنسے مسلمانون کو خوف ایذا نہ ہو یا کفار محاربین

جنسے مسلمانوں کا عہد و پیان مصالحت ہو چکا ہو خواہ وہ اپنے جائے سلطنت و حکومت میں ہوں خواہ مسلمانوں کے رعایا اور امان میں ہوں) اون کی نوکری کو لڑائی کے حکم کے کیا مزاحمت و ممانعت ہے کہ اس سے اُسکا رفع و منسوخ ہونا متصور ہو۔

مومن کے ذلیل نہ ہونے کی بابت اگر بالفرض کوئی عام حکم کتاب و سنت میں وارد ہوا ہے تو اس سے صرف ان نوکریوں اور اجرتوں کی ممانعت اور منسوخیت ثابت ہوگی جنمیں مسلمان کے ذلت متصور ہے جیسی خدمتگاری یا کفش برداری نہ ان نوکریوں اور اجرتوں کے ممانعت و منسوخیت جو اس قسم سے نہیں ہیں جیسے خباب صحابی کا تلوار بنانا یا حضرت یوسفؑ کا بادشاہ مصر کا نائب بنجانا۔

اور اگر کسیکو یہ ادعا ہے کہ کفار سے کسی قسم کا معاملہ (جسمیں انکی عزت یا شوکت یا خاطرداری و تابعداری پائی جاوے۔ یا اُن کے سامنے مسلمان کا مغلوب یا زیر یا محتاج ہونا متحقق ہو) جایز نہیں اور اسمیں مسلمان کی ذلت اور کفار کی عزت متصور ہے تو اس پر کتاب و سنت کی شہادت پائی نہیں جاتی۔

ہرچند بعض موقعوں پر کفار کے سامنے دب جانے یا اُن کی توقیر کرنیکی ممانعت آچکی ہے اور اونکو دبانے اور خود ان پر غالب رہنے کی ترغیب وارد ہے مگر وہ ترغیب و ممانعت ہر موقع کے لئے نہیں ہے اور نہ ہر کافر کی نسبت ہے۔ بہتیرے مشرک اور کافر ایسے ہیں کہ وہ اس ترغیب و ممانعت سے مخصوص و مستثنی ہیں اور بہت سے موقعوں پر خدا تعالی اور اس کے رسول اور انکے پیروان مقبول کے کفار و مشرکین کے ساتھ ایسے معاملات

---

† جیسا آیت "اذلة على المومنين اعزة على الكافرين" و "حتى يعطوا الجزية عن يد وهم صاغرون" اور "ولنخرجنهم منها اذلة وهم صاغرون" اور احادیث "لا تبدأوا اليهود والنصارى بالسلام - واذا لقيتموا احدهم في طريق فاضطروه الى اضيقه" و "انا لا نستعين بمشرك" وغیرہ میں کہ وارد ہے۔

ہوئے ہین جنمین کفار کی تذلیل نہین ہے بلکہ اُن کی خاطرداری و توقیر پائی جاتی ہے
اِنکی تفصیل کا اصلی محل تو ہمارا رسالہ **الاقتصاد فی مسایل الجہاد** ہے
اسمقام مین چند تمثیلات ان معاملات کی ہدیہ ناظرین کرتے ہین ۔

(۱) خداتعالی نے فرمایا ہے کہ اگر کفار تجہہ سے (اے پیغمبر) صلح کے لئے جہکین تو

وان جنحوا للسلم فاجنح لھا وتوکل علی اللہ

توبہی جہک جا اور خداتعالی پہ بہروسا کر ظاہر ہے کہ صلح مین ہرایک فریق دوسرے فریق کے آگے کسیقدر دب جاتا ہے اور ایکدوسرے کو ذلیل نہین کرتا خصوصا جبکہ وہ صلح مال پر نہ ہو۔

(۲) خداتعالے نے بعض کفار (والدین واقارب وذوی الارحام) سے ایساہی صلہ

واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ (بنی اسرائیل)
ووصینا الانسان بوالدیہ وان جاھدک علی ان تشرک بی ما لیس لک بہ علم فلا تطعھما وصاحبھما فی الدنیا معروفا ۔ (لقمان ع)

وفروتنی کا حکم دیا ہے جیسا کہ مسلمان والدین واقارب سے ۔ انمین اُن مین فرق صرف اتنا ہے کہ کفار سے دین مین دوستی وشرکت واعانت نہ کرین ۔

(۳) خداتعالی نے اون کفار سے جو مسلمانون کے ساتہہ دین پر نہین لڑے نیکی اور دوستی

لا ینھاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین ۔ انما ینھاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم (الممتحنہ ع)

سے منع نہین کیا بلکہ اُن کفار سے نیکی اور دوستی سے منع کیا ہے جو† دین پر اون سے لڑین اور اون کو گہرون سے نکال دین اور اون سے لڑنے والون کو مدد دین۔

† اس آیت سے یہہ بہی معلوم ہوتا ہے کہ جو آیات لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ (مجادلہ ع ۳) ومن یتولھم منکم فانہ منھم (مایدہ ع ۸ توبہ ع ۳) وغیرہ مین کفار کی دوستی کو کفر ٹہرایا ہے اس سے دین کی دوستی مراد ہے یعنی دین کی نظر سے انکی محبت کہنا اور انکے دین کو پسند کرنا (دیکہو تفسیر کبیر صفحہ ۲۴۳ جلد ۲)

(۴) خدا تعالیٰ نے اہل کتاب عورتوں کا نکاح مسلمانوں کے لئے مباح کر دیا ہے اور

اور ظاہر ہے کہ عورتوں سے جو کچھ محبت و اعزاز و اکرام مردوں کی طرف سے ہوتا ہے وہ مخفی نہیں ہے۔	الیوم احلت لکم الطیبات وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم وطعامکم حل لهم والمحصنات من المومنات والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب (مائدہ ۲۶)

(۵) ایلہ کے عیسائی بادشاہ (یوحنا) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک

سفید رنگ کی خچر بطور ہدیہ بھیجی آپنے وہ قبول کی اور اسکو (بطور خلعت) چادر عطا کی اور اس علاقہ کی سرداری لکھ دی۔	اهدى ملك ايلة للنبی صلعم بغلة بيضاء فكساه بردا وكتب له ببحرهم۔ (صحیح بخاری باب قبول ہدیۃ المشرکین صفحہ ۳۵۶)

(۶) اکیدر (عیسائی) دومۃ الجندل کے رئیس) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

خدمت میں ایک ریشمین جبہ ارسال کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا۔	عن انس ان اکیدر دومة اهدى الى النبی صلعم جبة سندس (بخاری صفحہ)

ہدیہ کا قبول کرنا ایک نوع اعزاز اور وسایل محبت سے ہے۔ اسی نظر سے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے تهادوا تحابوا یعنے آپسمین ہدیہ لو اور دو۔ اس سے تمہاری آپکی محبتین بڑھین گی۔

(۷) آنحضرت صلعم اون کفار سفیرون کو جو سلاطین (مخالفین اسلام) کی طرف

سے آپکے پاس آتے تھے انعام عطا فرماتے تھے اور اس امر کی اپنے جانشینوں کو تاکید کر گئے۔	اجیزوا الوفد بنحو ما کنت اجیزهم (بخاری صفحہ ۴۲۹) ای اکرموهم بالضیافة والتطییب لنفوسهم والاعانة لهم سواء کانوا مسلمین او کفارا

(۸) آنحضرت صلعم نے ہرقل (عیسائی بادشاہ روم) کو خط لکھا اور اوسمین اوسکو

بخطاب عظیم الروم مخاطب فرمایا یہ شرطی اور ضمنی سلام بھی اوسکو لکھا۔	من محمد بن عبد الله الى هرقل عظيم الروم سلام على من اتبع الهدى (بخاری صفحہ ۴)

(۹) آنحضرت صلعم نے **کفار مکہ** کی بکریاں چرانے کی نوکری کی ہے۔ یہہ فعل آنحضرت کا اگرچہ قبل نبوت واقعہ ہوا ہے مگر اسکا بیان آنحضرت سے بعد نبوت ہوا ہے سو اگر ناجایز امر ہوتا تو اسکے بیان کے ساتھ اسکے عدم جواز کا اظہار بہی ضروری تہا۔

عن النبي صلعم ما بعث الله نبيا الا رعي الغنم فقال اصحابه وانت يا رسول الله قال نعم كنت ارعاها على قراريط لاهل مكة (بخاری صفحہ ۳۰۱)

(۱۰) آنحضرت نے **ایک یہودی سے** بطور قرض غلہ خرید اور اسکے عوض مین اپنی زرہ کو اوسکے پاس رہن رکہدیا۔ اس قرض لینے اور زرہ گرو رکہنے دونون مین آنحضرت کی محتاجی اور یہودیکا اعزاز موجود ہے۔

ان النبي صلعم اشترى طعاما من يهودي الى اجل ورهنه درعا له من حديد (بخاری صفحہ ۳۲۱)

(۱۱) آپنے ایک شخص سے جو بقول بعض علماء **یہودی تہا** یا منافق ایک اونٹ بطور قرض لیا۔ اس نے مطالبہ کے وقت سخت کہا تو لوگون نے اسکو پکڑنا چاہا آنحضرت نے ازراہ **فروتنی** فرمایا کہ اسکو کچہہ نہ کہو حقدار کو گفتگو کا محل ہے۔

ان رجلا تقاضى رسول الله صلعم فاغلظ له فهم اصحابه فقال صلعم دعوه فان لصاحب الحق مقالا (بخاری صفحہ ۳۲۱)

(۱۲) آنحضرت صلعم نے اراضی خیبر پر **یہود خیبر** کو اپنا عامل (کاشتکار) بنایا اس شرط پر کہ جو کچہہ اس زمین سے پیدا ہو اسمین سے نصف وہ رکہین نصف آنحضرت کو دین آنحضرت نے خیبر پر فتح پاکر یہود کو نکالدینا چاہا پہر اونکی درخواست پر اس ذلت سے اونکو بچایا اور اپنا مزارع بنا کر عزت افزائی فرمایا۔

ان رسول الله صلعم اعطى خيبر اليهود على ان يعملوها ويزرعوها ولهم شطر ما خرج (بخاری صفحہ ۳۱۳)

(۱۳) آنحضرت کے داماد **ابو العاص** (شوہر زینب) نے مشرکین کے کہنے پر حضرت زینب کو طلاق نہ دی تو آپنے اس کا شکریہ ادا کیا۔

ثم ذكر رسول الله صلعم صهرا له من بني عبد شمس

فاثنی علیه قال حدثنی فصدقنی ووعدنی فوفی لی (بخاری صفحہ ۵۳۸) وکان ابو العاص مصاب رسول الله وسال المشرکون ان یطلق زینب فابی فشکر له علیه السلام ذلک لما اطلقه من الاسر شرط علیه ان یرسل زینب الی المدینة فعاد الی مکة وارسلها فلذا قال الخ (قسطلانی صفحہ ۴۷۲ ج ۳)

اور جب اوس کو بدر کے قیدیون مین چھوڑ دیا تو اوس سے یہہ عہد لیا کہ زینب کو آپ کے پاس بہجوا دے - اِس نے اس عہد کا ایفا کیا تو آپ نے اسکو اسپر سراہا - یہہ واقعہ اُس موقعہ پر ہوا کہ حضرت علی مرتضی نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر دوسرا نکاح کرنا چاہا تہا -

(۱۴) حضرت صدیق اکبر کفار مکہ کی تکلیف دہی سے حبشہ کیطرف چل نکلے تو راستہ مین

خرج ابوبکر رض مہاجرا قبل الحبشة حتی اذا بلغ برك الغماد لقیه ابن الدغنة وهو سید القارة فقال ابن الدغنة... یا ابابکر فقال اخرجنی قومی قال ابن الدغنة وانا جار لك فارجع الخ (بخاری صفحہ ۵۵۲)

اونکو ابن الدغنہ (رئیس مشرکین بنی قارہ) ملا اوس نے اپکا حال سنکر کہا کہ آپ میری پناہ مین رہین اور مکہ مین واپس ہون آپ اس کے پناہ مین آکر رہے یہانتک کہ اوس نے مشرکین کے کہنے سے اپنی پناہ اُٹھا لی -

(۱۵) حضرت عمرؓ فاروق نے اپنے بہائی **مشرک** کو جو مکہ مین تہا ایک ریشمین جوڑہ

فارسل بها عمر الی اخ له بمکة (مشرك) قبل ان یسلم - (بخاری صفحہ ۲۵)

ہدیہ دیا اور ہدیہ وہ نوع اعزاز واکرام ہے جس سے حصول محبت متصور ہے - چنانچہ نمبر ۶ کے ذیل مین اسکا ثبوت دیا گیا ہے -

(۱۶) کفار مکہ نے مسلمانون کو دین کے سبب تکلیف دی تو آنحضرت نے مسلمانون کے

باب هجرة المسلمین من مكة الی ارض الحبشة باشارته صلعم لما اقبل کفار قریش علی من امن یعذبونهم ویؤذونهم لیردوهم عن دینهم فکانت الهجرة مرتین الاولی فی رجب سنة خمسة

پاس حبشہ کے عیسائی بادشاہ کی تعریف کی اور اسکے پاس جا رہنے کی رغبت دلائی تب مسلمانون نے حبشہ کیطرف ہجرت کی اور اس عیسائی بادشاہ کی پناہ لی -

من المبعث وذکر ابن اسحق ان السبب فی ذلك ان النبی صلعم قال لاصحابه لما رای المشرکین یؤذونهم ولا یستطیع ان یکفهم ان بالحبشة ملكا لا یظلم عنده احد فلو خرجتم الیه حتی یجعل الله لکم فرجا (بخاری صفحہ ۵۴۲ ...)

(۱۷) حضرت ابن عمرؓ کے گہر مین بکری ذبح ہوئی تو آپ نے اہلبیت کو فرمایا کہ تم نے ہماری

ان عبد الله بن عمرؓ ذبحت له شاة في اهله فلما جاء قال اهديتم لجارنا اليهودي سمعت رسول الله صلعم يقول مازال جبريل يوصيني بالجار حتى ظننت انه سيورثه (ترمذی صفحہ ۲ وادب مفرد بخاری)

ہمسایہ یہودی کے لئے بہی گوشت بہیجا ہے پہر فرمایا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجہے جبرئیلؑ ہمسایہ کے حقمین وصیت کرتے رہے جس سے مجکو گمان پڑا کہ وہ اسی وارث بناوینگے۔

(۱۸) حضرت عبد الرحمنؓ بن عوف نے (جو عشرہ مبشرہ سے ہین) امیہ بن خلف (رئیس

عن عبد الرحمن بن عوف قال كاتبت امية بن خلف كتابا بان يحفظني في صاغيتي بمكة واحفظه في صاغيته بالمدينة فلما ذكرت الرحمن قال لا اعرف الرحمن كاتبني باسمك الذي كان في الجاهلية فكاتبته عبد عمرو فلما كان يوم بدر خرجت الى جبل لاحرزه حين نام الناس فابصره بلال فخرج حتى وقف على مجلس الانصار فقال امية بن خلف لا نجوت ان نجا امية فخرج معه فريق من الانصار في آثارنا فلما خشيت ان يلحقونا خلفت لهم ابنه لاشغلهم فقتلوه ثم ابوا حتى يتبعونا وكان رجلا ثقيلا فلما ادركونا قلت له ابرك فبرك فالقيت عليه نفسي لامنعه فتخللوه بالسيوف من تحتي حتى قتلوه و اصاب احدهم رجلي بسيفه (بخاری صفحہ ۳۰۸ باب اذا وكل المسلم حربيا)

مشرکین مکہ) سے معاہدہ کیا اور لکہدیا کہ تم میرے عیال و اطفال کو جو مکہ مین ہین سنبہالنا مین تمہاری مال کے جو مدینہ مین ہے حفاظت کرونگا جب مینے اپنا نام عبد الرحمن لکہا تو اُس نے کہا مین نہین جانتا رحمن کیا چیز ہے اپنا وہی نام لکہو جو کفر کی حالت مین تہا پس مینے عبد بن عمرو لکہدیا جب وہ بدر کی لڑائی مین (آنحضرتؐ سے لڑنیکو) آیا تو مین (اپنے اس معاہدہ کی رعایت سے) اُسکی حفاظت کو نکلا جب لوگ سوگئے بلال نے اُسکو دیکہہ لیا تو کہا یہ (کافر) بچ گیا تو مین نہین بچونگا۔ تب پہر انصار کی ایک جماعت ہمارے پیچہے نکلی۔ مینے اون کے شغل کیلئے امیہ کے بیٹے کو چہوڑا انہون نے اسکو مار کر بہی ہمارا پیچہا نہ چہوڑا جب وہ ہمکو آملے تو مینے اُمیہ سے کہا کہ تو بیٹہہ جا پہر مین اوسکے اوپر اسکے بچانے کو پڑ گیا۔ اونہون نے

تلے سے اوسکو تلواروں سے کاٹ دیا حتی کہ میرے پاؤن کو بہی تلوار کا زخم پہنچا۔
دیکہو حضرت عبدالرحمن بن عوف فقط اپنے عہد و دوستی کے لحاظ سے اور اپنی اولاد کی حفاظت کے شکریہ و معاوضہ مین کسقدر اِس کافر کی جان بچانے مین کوشش کی۔ وہی فتح الباری مین جسکے قول پر یہہ بحث ہو رہی ہے اس حدیث نبوی کے شرح مین کہا ہے کہ لفظ ہمسایہ سبکو (مسلم ہو خواہ کافر عابد ہو یا فاسق) شامل ہے جیسا کہ ابن عمر رضی نے سمجہا اور یہودی ہمسایہ کو اسمین داخل کیا ہے۔
ان سبہی موقعون پر (ناظرین غور کر کے دیکہین) کفار کی تحقیر و تذلیل کلی پائی جاتی ہے یا کسی موقعہ پر کسی کافر (بیوی۔ باپ۔ بہائی۔ عہدی۔ مُہدی۔ مہدیٰ الیہ۔ سفیر۔ بادشاہ مستاجر۔ اجیر۔ مقرض۔ ہمسایہ۔ وکیل۔ وغیرہم) کی توقیر و تعظیم بہی پائی جاتی ہے؟ ناظرین کو کسی موقعہ پر تو ضرور ماننا پڑیگا کہ یہان کافر کی تعظیم پائی جاتی ہے۔ اس سے وہ عام ادعا کہ کفار سے کسی قسم کا معاملہ (جسمین انکی عزت اور مسلمان کی فروتنی یا حاجت پائی جاوے) جایز نہین ہے" باطل ہوا۔ یہہ ادعا ہمنے پہلے زمانہ کے علماءِ اسلام سے کسی کتاب مین نہین پایا۔ آجکل کے بعض اہل اسلام (جو اسلام کے نادان دوست ہین) کی زبان سے نہین تو اُنکے چہرون سے صورت سے وضع سے طریق سے ٹپک رہا ہے۔ جہان اونہون نے کسی مسلمان کو انگریز سے ملتے ہوئے یا اونکا کوئی کام کرتے ہوئے (عزت کے ساتہ کیون نہ ہو) دیکہا اُس پر کفر یا فسق کا دل سے فتوی لگایا اور انکی طرف کراہت و حقارت سے دیکہا حالانکہ وہ خود انگریزون کے زیر سایہ رہتے ہین انکے امن و حمایت مین آزادی سے اوقات بسر کرتے ہین اونکی بدولت ہزارون اسباب و سامان امن و آسایش پاتے ہین طرفہ یہہ کہ انگریزون کے کئی ملازمون اور مقربون کا دیا کہاتے ہین اُن کے ہدیون نذرانون سے پیٹ پالتے ہین۔ پہر انصاف سے نہین سوچتے کہ ہم اُن لوگون کے اختلاط و تعلقات پر کیون چین بجبین ہوتے ہین۔ اُن احسانات کا یہہ شکر ہے جو ہم کرتے ہین احسان تو در کنار

کا بہی فراموش کرنا نہین آیا اور ہادی اسلام نے یہہ طریقہ نہین بتایا بلکہ صاف فرمادیا ہے

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من لا یشکر الناس لا یشکر اللہ (ابوداؤد صفحہ ج ۲)

کہ جو کوئی لوگون کا (مومن ہون یا کافر) شکر گزار نہ ہوگا وہ خدا کا کیا شکر کریگا

بلکہ ہادی اسلام نے خود اون کافرون کا جن سے مسلمانون کو کچہہ نفع پہنچا شکر ادا کیا

لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین امنوا الیھود والذین اشرکوا ولتجدن اقربھم مودۃ للذین امنوا الذین قالوا انا نصاری ذلک بان منھم قسیسین ورھبانا وانھم لا یستکبرون (مائدہ)

اور اُن کی خوبیونکا اظہار فرمایا۔ سورہ مایدہ مین ہے کہ سب لوگون سے زیادہ دشمن مومنونکا یہود کو پاویگا اور سب سے زیادہ دوستی مین اپنے قریب ان لوگون کو پائیگا جو اپنے تئین نصاریٰ کہتے ہین۔ یہہ اسلئے کہ اُن مین عالم اور درویش ہین اور وہ تکبر نہین کرتے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی اساری بدر لو کان مطعم بن عدی حیا ثم کلمنی فی ھؤلاء لترکتھم لہ (بخاری صفحہ ای لترکتھم لہ واطلقتھم) وقیل لشفاعتہ لما کانت لہ عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الید حین رجع من الطائف فی جوارہ (قسطلانی صفحہ ج ۲)

آنحضرت پر مطعم بن عدی کا جو کفر مین مرا یہہ احسان تہا کہ آنحضرت کے طائف سے واپس تشریف لانے پر آپکو اس نے مشرکین کی تکلیف سے بچایا جس کے شکر و احترام مین بدر کے دن آپنے فرمایا کہ اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور مجہہ سے ان قیدیونکی رہائی کے سفارش کرتا تو مین انکو چہوڑ دیتا۔

قال الم نربک فینا ولیدا ولبثت فینا من عمرک سنین وفعلت فعلتک التی فعلت وانت من الکافرین قال فعلتھا اذا وانا من الضالین (الشعراء)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے گہر مین پرورش پائی پہر اُن کے ہاتہہ سے نادانستہ انہین سے ایک آدمی کی جان گئی تو فرعون نے حضرت موسیٰ کو اپنا احسان پرورش یاد دلایا اور اس خون کے ارتکاب پر ناشکری کا الزام دیا۔

حضرت موسیٰ نے اس الزام کو بان کر یہہ کہا کہ مینے یہہ کام بہولے سے کیا اور اسکے احسان تربیت کے ماننے سے انکار نہ کیا ۔ بلکہ اس احسان کے مقابلہ مین ایک اور الزام بنی اسرائیل کو قیدی بنانیکا دیا جسمین اس احسان کا معارضہ ہے ۔

وتلك نعمة تمنها علي ان عبدت بني اسرائيل ۔ (شعرا ۲۲)

امام رازی نے اس آیۃ کے تفسیر مین کہا ہے ۔ اس آیۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ کفر کے سبب کافر کا احسان نعمت باطل نہین ہوتا کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے اسکو اور وجہ سے باطل کیا چنانچہ ہم نے بیان کیا ۔ علما کا اسمین اختلاف ہے بعض تو کہتے ہین کہ کافر منعم انعام کرنے سے شکر کا مستحق نہین ہوتا بلکہ وہ کفر کے سبب سے اہانت کا مستحق ہے دوسرے یہہ کہتے ہین کفر کے سبب اسکا شکر احسان باطل نہین ہوتا گو وہ کفر کے سبب ثواب اور اس تعریف کا جو مومنون کے لئے سزاوار ہے مستحق نہین رہتا ۔ یہہ آیہ اس دوسرے گروہ کے قول کے لئے سند ہے ۔

واعلم ان في الآية دلالة على ان كفر الكافر لا يبطل نعمته على من يحسن اليه ولا يبطل منته لان موسى عليه السلام انما ابطل ذلك بوجه آخر على ما بينا ۔ واختلف العلماء فقال بعضهم ان الكافر لا يستحق الشكر على نعمته على الناس ۔ انما يستحق الاهانة بكفره ۔ ۔ وقال آخرون لا يبطل الشكر بالكفر وانما يبطل بالكفر الثواب والمدح الذي يستحقه على الايمان ۔ والآية تدل على هذا القول الثاني (تفسیر کبیر)

اسلام کے پیروی اور دوستی کے مدعیون کو چاہیئے کہ اس سنت ہادی و بانی اسلام پر عمل کرین جب کافر سے کسی نوع کا نفع پاوین اسکا کفران نعمت نہ کرین دل سے زبان سے ہاتھ سے پاؤن سے جس طرح ہو سکے اوسکا شکریہ ادا کرین اور نہین تو جو لوگ ان کے احسان کا شکر ادا کرتے ہین اونکو دنیاوی نیک کامون مین مدد دیتے ہین انہی کی تحسین رائے کرین یہہ بہی نہ ہو سکے تو بحکم ع مرا بخیر تو امید نیست بد مرسان ۔ دل سے زبان سے اُن کو

تکلیف نہ پہنچاوین -

حافظ ابن حجر عسقلانی نے عبارت منقولہ بالا کے بعد مہلب سے نقل کیا ہے کہ علماء نے کفار کی ملازمت یا اُجرت کو مکروہ کہا ہے مگر بحالت ضرورت دو شرطون سے جایز رکھا ہے ایک یہہ کہ وہ کام جسمین کفار کی نوکری کیجاوے مباح ہو دوسری یہہ کہ وہ کام انجام کو مسلمانون کے حقمین مضر نہ پڑے - اسمین بہی ہمارے اُس بیان کی تائید ہوئی کہ اس باب مین اصل کام کو دیکہنا چاہئے کہ وہ جایز ہے یا ناجایز -

وقال المهلب كره اهل العلم ذلك الا بضرورة بشرطين احدهما ان يكون عمل ما يحل للمسلم فعله والاخر ان لا يعينه على ما يعود ضرره على المسلمين - فتح الباري

اور جو اسمین جواز کو شرط ضرورت سے مقید کیا ہے اسکا جواب پہلے ادا ہوچکا ہے کہ شرط ضرورت کے احتمال یا امکان کی اُسوقت گنجایش ہے جبکہ عدم جواز ملازمت پر کوئی دلیل قایم ہو اور جو اسمین یہہ شرط لگائی ہے کہ وہ کام انجام کو مسلمان کے حقمین مضر نہ پڑے اسمین یہہ تہی دیکہنا ضروری ہے کہ مسلمان کو اس بات کا علم ویقین بہی پہلے ہی سے کام کرنیکے وقت حاصل ہو چنانچہ شرح جواب مین یہہ بات جتلائی گئی ہے اور اگر مسلمان کو کام کرنیکے وقت اسکا علم نہ ہو گو وہ کام اخیر کو مسلمان کے لئے مضر ہی پڑے تو بشہادت حدیث خباب مسلمان کو اسکا کرنا گناہ نہین ہے - جو تلوار خبابؓ نے عاصی کے لئے بنائی تہی بعید نہین کہ وہ ابو جہل کے ہاتہ آئی ہو اور بدر کے دن آنحضرتؐ کے مقابلہ مین کام آئی ہو مگر چونکہ خبابؓ کو تلوار بنانے کیوقت اس بات کا علم نہ تہا اس لئے اس تلوار بنانے پر خدا تعالی اور اُس کے رسولؐ نے اُسے کچہہ نہ فرمایا -

اِس مسئلہ کا موید وہ مسئلہ ہے جو حدیث وفقہ سے ثابت ہے کہ شیرہ انگور وکہجور وغیرہ کی بیع اُس شخص سے منع ہے جو اس شیرہ سے شراب بناوے - عام کفار سے اسکی بیع منع نہین ہے حالانکہ ہر ایک کافر پر جو شراب پینا جایز سمجہتا ہو یہہ احتمال ہو سکتا ہے کہ وہ اس سے شراب

بنادے یا کسی سے بنوائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ممانعت کے لئے مجرد احتمال کافی نہیں ہے اسکا علم ویقین حاصل ہونا ضروری ہے۔

اس قول مہلب کے متصل صاحب فتح الباری اور قسطلانی نے ابن المنیر سے نقل کیا ہے کہ

قال ابن المنیر والذی استقرت علیہ المذاہب ان الصناع فی حوانیتھم کالخیاط والخیاط وغیرھم یعملون لاھل الذمۃ ولا یعد ذلک من الذلۃ بخلاف ان یخدمہ فی منزلہ وبطریق التبعیۃ لہ (قسطلانی وفتح الباری)	آخر مذاہب کا قرار اس پر ہوا ہے کہ مسلمان اہل حرفہ (لوہار درزی وغیرہ) اپنی اپنی دوکانوں میں ذمی (کافروں کے لئے) کام کردیں تو جائز ہے کیونکہ اسمیں انکی ذلت نہیں ہے۔ اور اگر انکے گھروں میں جاکر اور انکی تابعداری میں رہکر انکی خدمت کریں تو جایز نہیں۔

یہ قول بادی الرائے میں بھی پسندیدہ ومفید معلوم ہوتا ہے اسلئے کہ کافر کی خدمتگاری میں مسلمان کی ظاہرا ذلت پائی جاتی ہے ولیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ذلت اسکی ذاتی نالایقی سے پیدا ہو رہی ہے نہ کافر کی خدمتگاری وملازمت سے۔ اگر وہ مسلمان خدمتگار ملازمت چھوڑ کر گھر میں بھوکے پیٹ بیٹھ رہیگا اور جو دو چار روپیہ تنخواہ پاتا تھا ان سے بھی خالی ہاتھ بیٹھیگا تو کیا وہ معزز ہو جاوے گا۔

ہم ایک مسلمان سئیس یا خانساماں یا خدمتگار کی ذاتی لیاقت کے لحاظ سے اسکی حالت بیکاری اور ملازمت کافر کا باہم مقابلہ وموازنہ کرتے ہیں تو انصاف ہمکو یہی فتوی دیتا ہے کہ وہ حالت ملازمت میں حالت بیکاری کی نسبت معزز ہے۔ یہی وہ ذلت جو بلحاظ اسکے اسلام اور اسکے آقا کے کفر کے خیال میں آتی ہے سو ہم بیان کرچکے ہیں کہ وہ ملازمت سے پیدا نہیں ہوئی وہ ذاتی نالایقی کا نتیجہ ہے۔ جو گھر میں بیٹھکر بھی اسکے لئے لازم ہے۔ ہاں اگر یہ کہا جاتا کہ معزز اور لایق مسلمان (عالم فاضل یا مقتدا شیخ) کو کافر کی ادنی نوکری جیسے نوکری کی جاتی تو